سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد کی اہمیت

غلام محمد

ریسرچ اسکالر، شعبۂ علوم اسلامی جامعہ کراچی، کراچی

Abstract

The life of the Holy Prophet Hazrat Muhammad (peace be upon him) is a source of Islamic jurisprudence after Quran. It includes his sayings as well as his actions. The biography of the prophet is a model of human excellence and Uswa-e-Hasana i.e. the practical aspect of Shariah to follow for every Muslim man and woman. The biography of Holy Prophet is a part of Muslim history it is not merely mystery as most of religions shows their religious personalities. The Holy Prophet is also well known for his efforts for the unity of the society. His accord with tribes of Yathrib (Madina) also includes Jewish tribes as well. Due to his efforts the civil war among two tribes of Aus and Khizrij came to an end with such a peaceful manner that they were termed as brothers in Quran. This article contains the teachings of Islam and the Prophet of Islam about unity.

Key Words: Seerah, Unity, society

سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد بین المسلمین انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ درحقیقت اُمت مسلمہ کی سربلندی کا ایک بنیادی ذریعہ ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے ارشادات میں اس کی ضرورت اور اہمیت کے اجاگر ہونے کے ساتھ آپ ﷺ کی سیاسی، ثقافتی اور سماجی کوششوں کی روشنی میں یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اس دور کے عرب معاشرے میں اتحاد کے بہت بڑے علمبردار کے طور پر شمار ہوتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی بعثت سے پہلے ہی اتحاد کے لیے کام کرتے رہیں اور کئی مواقع پر آپ ﷺ کی ذات اقدس جنگ وجدال کو ٹالنے کا موجب بنی جس کی کئی مثالیں ہمیں تاریخ میں مل جاتی ہیں۔

مدینہ میں مختلف اقوام اور مذاہب کے پیروکار آباد تھے۔ ان کے ساتھ بقائے باہمی کے تحت زندگی گزارنا پیغمبر اکرم ﷺ کے لیے ضروری تھا اسی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ بھی کیا۔ جبکہ مسلمانوں کے اتحاد کے لیے بھی آپ نے اس کام کو دوسرے امور پر فوقیت دیتے ہوئے عملی قدم اٹھایا۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ ہو کہ مدینہ کے نئے مسلمانوں میں ابھی تک قبائلی عصبیتیں موجود تھیں اور مسلمان ہوئے بھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ اتنی قلیل مدت میں سالہا سال سے

ان کے درمیان جاری رہنے والی چپقلشوں کا ایک دم خاتمہ ممکن نہیں تھا اسی لیے آپ ﷺ نے عملی طور پر انہیں ایک دوسرے کے بھائی بننے کی تلقین کی۔اس سماج میں اتحاد کی فضا کو قائم کرنے کے لیے آپ ﷺ نے جو اقدامات اٹھائے ان کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:

مواخات برائے وحدت

مدینہ آمد کے فوراً بعد پیغمبر اکرم ﷺ نے تاریخ انسانیت کا تابناک کارنامہ انجام دیا۔مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی کی فضا قائم کرنے کے لیے انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ کی فضا قائم کی جسے اسلامی تاریخ میں ''عقد مواخات'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اسلامی اخوّت کا ایک اہم مظہر مواخات ہے جس کا تذکرہ سیرت کی عام کتب میں ملتا ہے۔عام طور پر مواخات کا ذکر اس انداز سے کیا جاتا ہے کہ یہ محض انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ پیدا کرنے کے لئے کیا گیا تھا جس کے نتیجہ میں ان دونوں طبقوں کے درمیان گہرا رشتۂ اُخوّت استوار ہو گیا تھا۔ ہمارے بعض سیرت نگار حضرات نے اس کے معاشی (مہاجرین کی مالی حالت کو سنوارنے) وتربیتی (انصار کی تربیت کے) پہلو کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے عمل مواخات میں ملحوظ رکھا تھا۔لیکن اگر مواخات کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے اور ان حالات واسباب کے پس منظر میں اس پر سوچ بچار کی جائے جن میں یہ عمل وجود پذیر ہوا تھا تو اور بہت سے دوسرے پہلو بھی اجاگر ہوتے ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی فکر و بصیرت میں کس قدر وسعت و گہرائی تھی۔

پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی میں مواخات کا عمل دو مرتبہ پیش آیا۔پہلی مرتبہ مواخات مکہ مکرمہ میں کرائی گئی، یہ مؤاخات ان لوگوں کے درمیان کرائی گئی تھی جو اسلام قبول کر چکے تھے، ان میں زیادہ تر لوگ مکہ مکرمہ ہی کے رہنے والے تھے لیکن کچھ ایسے حضرات بھی تھے جو حبشہ، فارس اور دیگر دور دراز علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔

مکّی زندگی میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا خواہ ان کا تعلق سرزمین مکہ سے تھا یا بیرون مکہ سے، وہ مختلف قبائل اور گھرانوں کے ایک ایک دو دو افراد تھے۔ان میں صاحب ثروت بھی تھے اور غریب و نادار بھی، قریش جیسے سیاسی و معاشی طور پر مستحکم قبیلہ کے لوگ بھی تھے اور دیگر نسبتاً کمزور قبائل کے لوگ بھی تھے چونکہ وہ مختلف قبائل کے چند گنے چنے لوگ تھے اس لیے انہیں حلقہ اسلام میں داخل ہونے کے خمیازہ کے طور پر اپنے ہی خاندان کی دشمنی مول لینا پڑی تھی۔اپنے گھر والے ہی منہ موڑ لیتے تھے اور رشتہ دار اور احباب نہ صرف قطع تعلق کر لیتے بلکہ سخت ردعمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے خلاف ظالمانہ کاروائیاں کرنے لگتے تھے۔ قبائلی نظام میں خاندان کی سرپرستی اور ضمانت کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ یہ سرپرستی اور تحفظ کی ضمانت ختم ہو جائے تو اس سے جو خلا پیدا ہوتا ہے یا عدم تحفظ کا جو احساس اُبھرتا ہے وہ بہت سے معاشرتی مسائل پیدا کرتا ہے۔اس صورت حال میں یہ لوگ اپنے آپ کو تنہا محسوس کرنے لگے تھے۔مصائب وابتلاء کے دور میں یہ احساس شدت سے اُبھر رہا تھا کہ کوئی ان کا قریبی دوست ایسا ہوتا جس سے وہ حالِ دل بیان کر سکیں، کوئی ایسا شریک غم ہوتا جس کے سامنے اپنے غم کو ہلکا کر سکیں۔خونی رشتوں کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے جس انس ومحبت اور تعلق کے فقدان کا احساس ہو رہا تھا وہ کسی طرح ختم ہو جائے۔

یہ ایک معاشرتی مسئلہ تھا جسے حل کرنا ضروری تھا۔اس کے ساتھ ایک دوسرا مسئلہ بھی درپیش تھا جو اس سے بھی زیادہ اہم تھا۔ وہ مسئلہ ان غلاموں کی تعلیم وتربیت کا تھا جو اسلام قبول کر کے مسلم معاشرہ کا حصہ بن گئے تھے لیکن علمی اور فکری طور پر بہت پیچھے تھے ان کی ذہنی سطح بھی بہت پست تھی۔اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں معاشرہ میں کبھی بھی انسانیت کے مقام پر فائز نہیں سمجھا گیا تھا، نہ انہیں کبھی ایسے مواقع ہی مہیا کیے گئے تھے جس میں وہ علم وتربیت کی طرف متوجہ ہو سکتے۔رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ غلاموں کی تمام صلاحیتوں کو اُجاگر کر کے انہیں معاشرہ میں انسانیت کے قابل احترام پر لایا جائے تا کہ ان کی اِن صلاحیتوں سے معاشرہ کو استفادہ کا موقع ملے جو اللہ نے ان میں ودیعت کر رکھی ہیں۔بقول البلاذری کے:

''رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں مسائل کو حل کرنے کے لئے اسلام قبول کرنیوالے بھائیوں کے درمیان مواخات کرائی۔''(۱)

محمد بن حبیب نے مکہ مکرمہ کی مواخات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''بین اصحابہ المہاجرین قبل الھجرةِ و کان اَخِی بَینھُم علی الحق وَالمُواساةِ وذٰلکَ بِمکّةَ''(۲)

رسول اللہ ﷺ نے باہمی ہمدردی وتعاون کی بنیاد پر مواخات کرائی اور یہ مکہ مکرمہ میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔دوسری مرتبہ مواخات مدینہ منورہ میں ہجرت کے تقریباً پانچ ماہ بعد انصار ومہاجرین کے مابین کرائی گئی۔اس مؤاخات کا آغاز انس بن مالک کے گھر سے ہوا۔اس میں اُن انصار ومہاجرین کو آپس میں بھائی بھائی بنایا گیا جو اس وقت وہاں موجود تھے۔بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا چنانچہ جو لوگ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آتے رسول اللہ ﷺ کسی نہ کسی انصاری کا بھائی بنا دیتے۔مورخین اور سیرت نگار ۴۵ یا ۵۰ مہاجرین کا ذکر کرتے ہیں جنہیں اتنے ہی انصار کے ساتھ اس رشتہ میں وابستہ کر دیا گیا، اس طرح تقریباً ۵۰ مہاجر خاندان ۵۰ انصار خاندانوں کے ساتھ رشتۂ مواخات میں منسلک ہو گئے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۴۵ یا ۵۰ مہاجرین اور ۴۵ یا ۵۰ انصار وہ تھے جن کے درمیان اجتماعی طور پر انس بن مالک کے گھر میں مواخات کرائی گئی۔بعد میں چند گنے چنے خاندان آتے رہے اور ان کے درمیان بھی یہ عمل کرایا جاتا رہا، اس لیے کہ تاریخ و سیرت کی کُتب میں اس سے کہیں زیادہ اسمائے گرامی ملتے ہیں جن کے مابین مواخات کرائی گئی تھی۔(۳)

اس پیمان نامے کو اصحاب رسول ﷺ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے۔حضرت عمر کے دور حکومت میں حضرت بلال شام کی طرف جہاد کی خاطر جا رہے تھے تو حضرت عمر نے پوچھا اپنا حق کس کے حوالے کر کے جا رہے ہو تو بلال نے کہا:

''میں ابوارویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الخثعمی کو دے رہا ہوں چونکہ میں ان سے اس اُخوّت کے احترام کی خاطر جسے رسول خدا ﷺ نے قائم کی تھی ہرگز جدا نہیں ہوں گا۔''(۴)

بعض محققین کا کہنا ہے کہ مسلمانوں مین اس اُخوّت اور برادری کے رشتے نے اتنا اثر دکھایا کہ بعض مسلمان اس کو اپنی خونی رشتہ داری پر ترجیح دیتے تھے۔جس وقت بنی نظیر کے غنائم کی تقسیم ہو رہی تھے تو پیغمبر اکرم ﷺ نے انصار سے کہا کہ:

''اگر مہاجرین کو حصہ دار بنانا چاہتے ہوتو کوئی مانع نہیں یہ سب آپ لوگوں کی ملکیت ہے دینے اور نہ دینے میں آپ لوگ مختار ہیں۔اس وقت انصار نے کہا کہ ہم پورا مال غنیمت اپنے مہاجر بھائیوں کو بخشتے ہیں اور انہیں اپنے ذاتی اموال میں بھی حصہ دار بنا رہے ہیں۔''(۵)

مواخات کے رشتہ کا بظاہر مطلب یہ نکلتا ہے کہ بے خانماں مہاجرین کی رہائش کا چندروزہ انتظام ہو جائے۔لیکن دراصل اس کا مقصد یہ تھا کہ انصار تربیت یافتہ مہاجرین کی صحبت سے مستفید ہوں اوراجنبیوں کی طرح رہنے کے بجائے دونوں شہروں کے باشندے شیر وشکر ہوکرایک متحد قوم بنیں۔اس دانائی اور سادگی کے طریقے سے اس سلطنت کی بنیاد پڑی جس نے بعد میں تین بڑی ہمسایہ طاقتوں کے پرزے پرزے کرڈالے۔

میثاق مدینہ

مدینہ آمد کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ نے جو دوسرا قدم اُٹھایا وہ شہر کا تحفظ اور بقائے باہمی کا تصور تھا۔مدینہ میں یہود کے دس قبائل آباد تھے،اُن کے باہمی جھگڑوں اور تنازعات کی وجہ سے مدینہ کا شیرازہ بکھر گیا تھا اور وہ امن وسکون کے متلاشی تھے،لیکن امن کی راہ میں قبائلی عصبیت ومنافرت اور قدیم مروجہ قبائلی نظام اہم رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔یہ پیغمبر اکرم ﷺ کی حکمت وبصیرت ہی تھی کہ آپ ﷺ نے اس منتشر قوم کے سامنے پہلی مرتبہ مشورہ قوم کا تصور دیا،شہریوں کے حقوق وفرائض کی نشاندہی فرمائی۔ان کے قدیم مروجہ قبائلی نظام کو برقرار رکھتے ہوئے مدینہ میں ایک اُمت اور ایک ملت کی تجویز رکھی۔مذہبی آزادی اور قبائل کے داخلی کلی اختیار کے ساتھ بیرونی حملوں کی مدافعت اور باہمی اختلافات کے تصفیہ کی بنیاد پر ان سارے قبائل کو متحد فرمایا۔چنانچہ حضرت انس بن مالک کے والد کے مکان پر سارے مسلم وغیر مسلم قبائل کے نمائندوں کا اجتماع ہوا اور آپ ﷺ کی تجویز پر سارے قبائل بیرونی حملوں کے دفاع اور اندرونی مسائل کی یکسوئی کے لئے ایک چھوٹی سی ریاست کی تشکیل پر متفق ہو گئے اور سب نے باالاتفاق نبی اکرم ﷺ کو جدید ریاست کا حاکم اعلیٰ منتخب کیا۔پیغمبر اکرم ﷺ نے انسانی معاشرہ کی تشکیل کے لئے ایک تحریری قانون ودستاویز کو مدون فرمایا،جس کو ساری دنیا ''میثاق مدینہ'' کے نام سے جانتی ہے۔(۶)میثاقِ مدینہ کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو اس معاہدے کے دو حصّے نظر آتے ہیں۔پہلے کا تعلق انصار ومہاجرین سے ہے۔اس کے اہم نکات یہ ہیں:

i۔تمام مسلمان اپنے آپ کو رضا کار سمجھیں گے۔

ii۔مسلمان آپس میں امن واتحاد قائم رکھیں گے جو اسلام کی بنیاد ہے۔

iii۔اگر ان میں کوئی اختلاف ہو تو آنحضرت ﷺ کے فیصلے کو تسلیم کریں گے

iv۔مسلمانوں کے مختلف عناصر کو حقوق وفرائض کے لحاظ سے مساوی سمجھا جائے گا۔

v۔فوجی خدمت سب کے لیے ضروری ہوگی۔

vi۔قریش مکہ کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

vii۔تمام مہاجرین کو ہر معاملات میں ایک قبیلہ کی حیثیت دی گئی جبکہ اس منشور کی روشنی میں انصار کے قبائل کو اسی شکل میں تسلیم کیا گیا۔

viii۔تمام معاملات کے لیےاور آپس میں اختلافات کے لیے آنحضرت ﷺ کا فیصلہ قطعی ہوگا۔(۷)

دوسرے حصے کا تعلق یہودیوں کے تینوں قبائل سے تھا جس کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:

i۔مدینہ میں رہتے ہوئے یہودیوں کو مذہبی آزادی ہوگی۔

ii۔مدینہ کا دفاع جس طرح مسلمانوں پر لازم ہے اسی طرح یہودی بھی اسے اپنی ذمہ داری سمجھیں گے۔

iii۔بیرونی حملے کے وقت مسلمانوں کے ساتھ ساتھ متحد ہوکر مدینہ کے دفاع میں حصہ لیں گے۔

iv۔ہر قاتل سزا کا مستحق ہوگا۔

v۔مسلمانوں کے قتل ناحق پر اگر ورثا رضامندی سے خوں بہا لینے پر آمادہ نہ ہوں تو قاتل کو جلاد کے حوالے کیا جائے گا۔

vi۔تمدنی وثقافتی معاملات میں یہودیوں کو مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

vii۔یہودی اور مسلمان ایک دوسرے کے حلیف ہوں گے۔کسی سے لڑائی اور صلح کی صورت میں دونوں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔

viii۔مسلمانوں پر جارحانہ حملے کی صورت میں یہودی مسلمانوں اور یہودیوں پر حملے کی صورت میں مسلمان ان کا ساتھ دیں گے۔

ix۔قریش یا ان کے حلیف قبائل کی یہودی مدد نہیں کریں گے۔

x۔یہودی اور مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کے اختلافات کی صورت میں عدالت آنحضرت ﷺ کی ہوگی اور ان کا فیصلہ قطعی ہوگا۔

xi۔اسلامی ریاست کی سربراہ آنحضرت ﷺ کی ذات ہوگی اور یہودی بھی آپ کی قیادت وسیادت تسلیم کریں گے۔اس طریقے سے آنحضرت ﷺ مسلمان اور یہودیوں کی متحدہ افواج کے سربراہ بھی ہوں گے۔

xii۔ان کے اندرونی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔

xiii۔شہر مدینہ میں ایک دوسرے فریق کے ساتھ جنگ کرنا حرام ہوگا۔(۸)

اسلامی ریاست میں یہ پہلا تحریری معاہدہ تھا جس نے آج سے چودہ سو سال قبل انسانی معاشرے میں ایک ایسا ضابطہ قائم کیا جس سے شرکائے معاہدہ میں سے ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدے پر کاربند رہتے ہوئے آزادی کا حق حاصل ہوا۔ یہودیوں کی مدینہ کی سیاست وقیادت کا خاتمہ ہوا اور اسلام کا غلبہ ہونے لگا۔ یہودیوں کے آنحضرت ﷺ کی قیادت کو تسلیم کرنے سے مسلمانوں کی سیاست پر بڑا اہم اثر پڑا۔مسلمانوں مورخین کے مطابق میثاق مدینہ کو بجا طور پر تاریخ انسانی کا پہلا تحریری دستور قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک جامع دستور ہے جو ریاست مدینہ کا آئین تھا۔اس معاہدے کی ۴۷ دفعات تھیں۔ یہ معاہدہ اور تحریری دستور مدینہ کے قبائل (بشمول یہود ونصاریٰ) کے درمیان جنگ نہ کرنے کا بھی عہد تھا۔(۹) معاہدے کا بکثرت ثبوت پوری تفصیل کے ساتھ کتب تواریخ میں ملتا ہے مگر اس کے باوجود مغربی مصنفین اسے نظرانداز کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

قوم پرستی کی مذمت کرنا

مسلمانوں میں وحدت کی روح کو زندہ رکھنے کے لیے پیغمبر اکرم ﷺ کے اقدامات میں سے ایک قوم پرستی اور نسلی تعصب کو رد کرنا بھی ہے۔اسلام کے ظہور کے وقت عربوں میں قبائلی اور نسلی تعصب اپنی انتہائی حدوں کو چھو رہا تھا جس کے خلاف اسلام

نے بھر پور انداز میں مقابلہ کیا جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہورہا ہے:

يَا أَيُّهَاالنَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ أُنْثَىٰ وَ جَعَلْنَاكُمْ شُعُوْباً وَ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (۱۰)

''لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک خدا سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔''

ان تمام قومی، نسلی اور قبائلی تعصّبات کو مٹاتے ہوئے زید ابن حارثہؓ کو سپاہ اسلام کا کمانڈر مقرر کیا، بلال حبشی کو مؤذن مقرر کیا اور فارس سے تعلق رکھنے والا سلمان فارسی کو خاص احترام سے نوازا تا کہ مسلمانوں میں نسلی تفریق کا خاتمہ ہو اور الٰہی معیارات کے مطابق اجتماعی معاملات میں آگے بڑھیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے کئی مرتبہ یہ اعلان فرمایا کہ میرے نزدیک قریش کا سردار اور حبشہ کا غلام یکساں مقام اور منزلت کا حامل ہے۔ بنابرایں کہا جاسکتا ہے پیغمبر اکرم ﷺ کی ذات اور ان کی سیرت وحدت کا عظیم سرچشمہ ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے اس سلسلے میں ارشاد فرمایا:

ایھا الناس ان ربکم واحد و ان اباکم واحد، کلکم لادم و آدم من تراب (ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم) و لیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقویٰ (۱۱)

اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہارے آباؤاجداد بھی ایک ہیں تم سب حضرت آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے خلق ہوا ہے تم میں وہی صاحب کرامت ہے جو صاحب تقوی ہے اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت نہیں مگر ہے تو تقوی کی بنیاد پر۔

اس کے علاوہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ایسے افراد کو جو اپنے آباؤاجداد پر فخر کرتے تھے، کی انتہائی سخت الفاظ میں مذمت کی اور ان کے اس عمل کو بے کار اور بے قیمت کہا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''جو لوگ اپنے گزرے ہوئے آباؤاجداد پر فخر کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ اس عمل کو ترک کریں وہ لوگ جہنم کے ایندھن کے علاوہ کچھ نہیں ہیں۔'' (۱۲)

جنگ اُحد میں حضرت سلمان فارسیؓ نے دشمن کے ایک فرد پر کاری ضرب لگانے کے بعد بظاہر غرور کے عالم میں کہا: ''**خذھا و انا الغلام الفارس** ''یعنی یہ ضربت صرف ایک فارسی جوان ہی لگا سکتا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے جب یہ جملہ سنا تو آپ کو فکر لاحق ہوگئی کہ کہیں قومی اور نسلی عصبیت سر نہ اٹھالے اسی لیے آپ نے سلمان فارسیؓ سے کہا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ میں ایک انصاری جوان ہوں۔ (۱۳)

اس اہم مرحلے پر پیغمبر اکرم ﷺ یہ محسوس کرنے لگے کہ ایک چھوٹی سی غلطی مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ کرسکتی ہے اسی لیے آپ نے فوراً ان کی اصلاح فرمائی۔ یہ عمل آج کے مسلمانوں کے لیے بھی ایک درس ہے۔ اگر غلطی کو بروقت اور برمحل اصلاح کر

لیں تو اس کا خمیازہ سب کو نہیں بھگتنا پڑے گا۔ اسی طرح ایک دن سلمان فارسی مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے اور ان کے ساتھ دوسرے کئی اصحاب رسول بھی تھے ان کے درمیان حسب ونسب کے متعلق گفتگو ہوئی جب سلمان فارسیؓ کی باری آئی تو ان سے کہا گیا کہ اپنا حسب ونسب بیان کریں۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے اس جلیل القدر صحابی نے بجائے اس کے کہ اپنا نسب بیان کرے کہنے لگے میرا نام سلمان فارسیؓ ہے، میں بندگان خدا میں سے ایک کا بیٹا ہوں، گمراہی میں تھا خدا نے پیغمبر اکرم ﷺ کے وسیلے میری ہدایت فرمائی، فقیر تھا، خدا نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل بے نیاز کر دیا، غلام تھا خدا نے آپ ﷺ کے ذریعہ آزادی عنایت فرمائی۔ یہی میرا حسب ونسب ہے۔ اسی دوران پیغمبر اکرم ﷺ مسجد میں وارد ہوئے سلمان فارسیؓ نے سلسلہ گفتگو سے پیغمبر اکرم ﷺ کو آگاہ کیا تو پیغمبر اکرم ﷺ عرب نسل سے تعلق رکھنے والے ان تمام اصحاب رسول سے فرمانے لگے:

> ''اے قریش کے لوگو! حسب ونسب سے تمہارا کیا مطلب؟ ہر شخص کا افتخار آمیز نسب اس کا دین ہے، اسی طرح ہر فرد کی مردانگی اس کا اخلاق اور اس کی شخصیت کے ساتھ اس کی تلاش اور محنت ہے اور ہر شخص کی جڑ اور بنیاد عقل ہے اور عقل سے بڑھ کر کچھ نہیں۔'' (۱۴)

یعنی ان بوسیدہ ہڈیوں پر افتخار کرنے کی بجائے دین، اخلاق، عقل، فہم اور ادراک پر انسان کو افتخار کرنا چاہئے۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے تعصّبات کی مذمت پر مبنی یہ ارشادات اسلامی معاشرے میں ایک ہمہ گیر کردار کے حامل قرار پائے۔ مسلمان نسلی، قومی اور قبائلی تعصّبات سے بالاتر ہو ایک پرچم ایک دین اور ایک رہنما کی قیادت کے سائے میں متحد ہو گئے جس کے نتیجے میں اسلام دشمن عناصر اپنے مذموم عزائم میں ناکام ہو گئے۔

وحدت کے لیے ثقافتی اقدامات

پیغمبر اکرم ﷺ نے اس وقت کے اسلامی معاشرے میں وحدت کے قیام کے لیے ایسی چیزوں سے بھرپور انداز میں استفادہ کیا جو کسی نہ کسی لحاظ سے ایجاد وحدت کے لیے معاون ثابت ہو سکتے تھے جن میں سے خانہ کعبہ کی عظمت اور اس کی اہمیت کو حتی الامکان اسلامی اتحاد کے لیے اہم عنصر کے طور پر استعمال کرنا بھی ہے۔ چونکہ خود اللہ تعالی کا بھی ارشاد ہے کہ: خانہ کعبہ میں انسانوں کے لیے برکت کا سامان ہے۔ یقیناً اس کے برکات کسی خاص حد تک محدود نہیں جس نیک مقصد کے لیے بھی اس خانہ خدا سے استفادہ کیا جائے وہاں اس کی برکت کے جلوئے ہمارے سامنے نمایاں طور پر نظر آئیں گے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے حج کے موسم میں جب تمام جزیرۃ العرب سے حجاج حج کرنے کے لیے کعبہ آتے تھے تو آپ ﷺ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بکھرے نظریات اور مختلف النوع خیالات کے حامل افراد کو ایک نظریہ اور پرچم کے سایہ تلے جمع کیا۔

> **جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيما لِلنَّاسِ** (۱۵)
>
> ''خدا نے عزت کے گھر (یعنی) کعبے کو لوگوں کے لیے موجب امن مقرر فرمایا ہے۔''

بیت الحرام کو موجب امن کے ساتھ عالمی اجتماعات کا مرکز قرار دیا گیا ہے کہ اس طرح مسلمان ایک نقطہ پر جمع ہو کر اپنے صلاح وفلاح کے بارے میں گفت وشنید کر سکتے ہیں اور اپنے عالمی مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔ حج ایک بہترین سیاسی عبادت ہے جس

میں اسلامی عبادت اور سیاست کا امتزاج نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی یہ پالیسی اتنی کارگر رہی کہ آپ ﷺ کے دشمن کفار و مشرکین مکمل طور پر منتشر ہو گئے یہاں تک کہ مراسم حج کے آغاز سے پہلے پیغمبر اکرم ﷺ کے پیغام اور دعوت کو بے اثر بنانے کے لیے باقاعدہ آپس میں مشاورت ہوتی تھی اور ان کے نفسیاتی حربوں کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے:

وَقَالُوْا یَاَیُّهَاالَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ (۱۶)

''اور کفار کہتے ہیں کہ اے شخص جس پر نصیحت (کی کتاب) نازل ہوئی ہے تُو تو دیوانہ ہے۔''

بہرحال پیغمبر اکرم ﷺ کے وحدت اسلامی کے لیے اٹھائے گئے ان اقدامات کو آج بھی اُمت اسلامی ایک احسن روش کے طور پر انتخاب کر سکتی ہے جن میں سے اہم قدم موسم حج کو اسلامی اتحاد اور سربلندی کے طور پر استعمال کرنا بھی شامل ہے۔ جس طرح پیغمبر اکرم ﷺ موسم حج میں لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیتے تھے اسی انداز میں آج ہم بھی ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے اور مختلف مسالک کی تقریب کی خاطر ایک دوسرے کو دعوت دینے کے عمل کا آغاز کر سکتے ہیں۔ چونکہ تمام مسالک کے درمیان منفی نکتہ یہ ہے کہ ان میں ایک دوسرے کو سمجھنے کا احساس نہیں جس کی وجہ سے تمام اسلامی مسالک کے درمیان غلط فہمیاں مسلسل بڑھتی جا رہی ہیں۔

کمزور طبقات کی حمایت اور نصرت

یہ بات آج بھی مختلف دانشور حضرات تسلسل کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ معاشرے میں پائی جانے والے انتشار کی ایک وجہ غربت بھی ہے جس کو کنٹرول کیے بغیر ان مسائل پر قابو پایا نہیں جا سکتا ہے۔ آج کی طرح پیغمبر اکرم ﷺ کے دور میں بھی غربت تھی۔ اس کے علاوہ ایسے لوگ بھی تھے کہ جنہیں معاشرے میں نہ عزت میسر تھی اور نہ ہی ان کو کوئی سہارا دیتا تھا جن میں سے غلاموں کی بھی ایک کثیر تعداد تھی ان افراد کو معاشرتی دھارے میں لائے بغیر اور غربت کو کم یا ختم کیے بغیر زیادہ دیر تک معاشرے کو امن و سکون کے ساتھ چلایا نہیں جا سکتا تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے معاشرتی اکائی بچانے کے لیے ان افراد کو سہارا دیا تاکہ معاشرے میں تقسیم در تقسیم کا عمل شروع نہ ہو اور انفرادی سطح سے لے کر معاشرتی سطح تک اتحاد کا فروغ ہو۔ پیغمبر اکرم ﷺ اس بات کو درک کر چکے تھے کہ جب تمام انسانوں کی بنیاد ایک ہے اور ان کے فطری احساسات بھی ایک ہیں تو یہ رنگ و نسل کی تفریق کس بات کی ہے اور ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ سردار اور آقا بن کے انہیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑتے رہیں۔ اس کے علاوہ جس ظلم اور ستم کے ساتھ ان سے جو کام لیا جا رہا تھا اس کے مطابق انہیں جائز حق سے بھی محروم رکھا جاتا تھا۔ اس عمل کو کسی رائج قانون کے ذریعے یا انہیں ڈرا دھمکا کے ختم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چونکہ یہ طرز فکر غلاموں اور آقاوں کے دل و دماغ میں رچ بس چکا تھا کہ غلاموں کے دماغ میں یہ بات تھی کہ غلامی کی حالت میں مرنا ہے جبکہ آقا کو یہ زعم تھا کہ آقا بن کے ہی اس دنیا سے جانا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے اس معاشرتی تفریق کو ختم کر کے وحدت کو فروغ دینے کی خاطر حکیمانہ اقدامات اٹھاتے ہوئے ان کے دل و دماغ کو جھنجھوڑنا شروع کیا تاکہ خود ہی اس خود ساختہ تفریق کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے فرمایا: غلام اور آقا ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور دونوں کی نسل ایک ہے اور دونوں ہی اسی مٹی سے خلق ہوئے ہیں، گورے کو کالے پر کوئی فوقیت نہیں۔ خدا کے نزدیک بدترین لوگ انسان

فروشی کرنے والے ہیں۔

اسی طرح آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ:

''غلام تمہارے بھائی ہیں جو تمہارے زیر اثر ہیں تم جس قسم کا کھانا کھاتے ہو ان کو بھی کھلاؤ اور جس قسم کا لباس پہنتے ہو ان کو بھی پہناؤ، سخت اور طاقت فرسا کام پہ انہیں مجبور مت کرو اور اپنے کاموں میں ان کی مدد کرو۔'' (۱۷)

اسی طرح ایک اور جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''جب بھی انہیں پکارو ادب کا خیال کرو انہیں میرا غلام یا کنیز مت کہو تمام مرد خدا کے بندے ار تمام عورتیں خدا کی کنیز ہیں۔ خدا ان سب کا مالک ہے انہیں میرے بیٹے کہہ کے پکارو۔'' (۱۸)

پیغمبر اکرم ﷺ نے زید بن حارثہ کو جسے حضرت خدیجہ نے انہیں دیا تھا، آزاد کر دیا اور غلاموں کے حوالے سے معاشرتی رویے کو دیکھتے ہوئے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا قرار دیا اور اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب کی شادی ان سے کرادی۔ (۱۹)

ایسے سخت حالات میں کہ جب معاشرہ کئی حوالوں سے تفریق کا شکار تھا پیغمبر اکرم ﷺ نے ایک طرف محروم طبقات کی حمایت کی جب کہ دوسری طرف معاشرتی تفریق کو ختم کرنے کے لیے عملی قدم اٹھایا جس کی وجہ سے ایک بہت بڑا طبقہ پیغمبر اکرم ﷺ کی تعلیمات اور ان کی شخصیت کا گرویدہ ہوا جس کے بعد اس وقت کے معاشرے میں ایک سیاسی اور سماجی وحدت قائم ہوئی۔

رواداری اور برداشت کو فروغ دینا

مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد ہی پیغمبر اکرم ﷺ کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑا جن میں اندرونی مسائل انتہائی حساس قسم کے تھے جہاں ایک طرف مدینہ کے یہودیوں سے انہیں ممکنہ خطرہ درپیش تھا تو دوسری طرف منافقوں کی طرف سے ممکنہ طور پر اندرونی انتشار کا خطرہ تھا۔ یہ خطرہ پہلے کی نسبت سے ایک بہت بڑا خطرہ تھا چونکہ یہودیوں کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان کوئی دو رائے نہیں تھی جبکہ منافقوں کے حوالے سے لوگوں میں تفرقے کا خطرہ موجود تھا چونکہ انہوں نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھا تھا جس کی وجہ سے بہت سے لوگ دھوکہ کھا سکتے تھے۔

ان حالات میں منافقوں کے بارے میں ایک حکیمانہ پالیسی اپناتے ہوئے معاشرے میں وحدت اسلامی کو پارہ پارہ ہونے سے بچایا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے امت اسلامی کے مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اندرونی طور پر کسی عدم استحکام کی روک تھام کی خاطر آپ ﷺ نے منافقوں کے سردار عبداللہ ابن اُبَیّ کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا جبکہ آپ ﷺ سمیت بہت سے مسلمان اس بات سے آگاہ تھے کہ اس نے کئی موارد میں مسلمانوں سے خیانت کا ارتکاب کیا تھا۔ قرآن میں بھی غزوہ بنی مُصطلق کے دَوران عبداللہ ابن ابی کی باتوں کا تذکرہ موجود ہے:

لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَ عَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ (۲۰)

''کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر مدینے پہنچے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے۔''

مسلمانوں کو جب عبداللہ ابن ابی کی سازش کے بارے میں معلوم ہوا تو پیغمبر اکرم ﷺ سے انہیں ٹھکانہ لگانے کی اجازت چاہی مگر اسلامی وحدت کی خاطر آپ ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے روکا۔(۲۱)

اس کے مقابلے میں بلکہ انہیں تاکید کی کہ جب تک وہ زندہ ہے ان کے ساتھ ایک دوست اور رفیق کی طرح برتاؤ کرو۔(۲۲)

اس کے علاوہ تاریخ میں یہ واقعہ بھی مذکور ہیکہ مربع نامی ایک منافق کی کھیت سے جب پیغمبر اکرم ﷺ گزرے تو اس نے آپ ﷺ کی شان میں جسارت کی جس کے بعد اصحاب رسولنے انہیں قتل کرنا چاہا تو آپ نے برداشت اور کمال لطف کے ساتھ انہیں معاف کر دیا۔(۲۳)

اس قسم کے بہت سے واقعات تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں جو آپ ﷺ کی رواداری اور تحمل کو نمایاں کر رہے ہیں ان واقعات سے بخوبی سمجھ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ وحدت اسلامی کی خاطر بہت سے تلخ حوادث کو پی جاتے تھے۔پیغمبر اکرم ﷺ کی یہ روش صرف منافقوں کی حد تک نہیں تھی بلکہ آپ نے مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ بھی رواداری اور بقائے باہمی کی پالیسی اپنائی تاکہ معاشرتی وحدت کو ٹھیس نہ پہنچ سکے آپ ﷺ کی اسی خصلت اور عادت کی وجہ سے خدا نے آپ کو نبی رحمت کے عنوان سے نمایاں کیا اور آپ ﷺ نے بھی اپنا تعارف اسی عنوان سے ہی کرایا:''وجعلنی رسول الرحمة و رسول التوبة ورسول الملاحم ''اور خدا نے مجھے رسول رحمت اور مغفرت والے رسول اور زرم خو قرار دیا ہے۔(۲۴)

وحدت اسلامی پیغمبر اکرم ﷺ کی نگاہ میں انتہائی اہمیت کے حامل ہے جس کے لیے آپ ﷺ نے کئی موارد میں تاکید کرنے کے ساتھ عملی اقدام بھی کیا۔چونکہ آپ ﷺ سمجھتے تھے کہ امت اسلامی کی سربلندی اور عروج کا فلسفہ وحدت اسلامی میں مضمر ہے۔آپ ﷺ نے اس وقت کے معاشرے میں وحدت اسلامی کی خاطر بہت سی کاوشیں بروئے کار لائیں جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے بہت کم عرصے میں اپنا مقام دوسروں کے سامنے نمایاں کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

آپ ﷺ نے کئی موارد میں میں مسلمانوں کو ید واحد کہہ کر پکارا اور انہیں ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا جس کے عملی مظاہرے ہمیں مکہ مین مدینہ میں مل جاتے ہیں۔مسلمانوں کی نگاہ میں پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ دوسرا بڑا سرچشمہ ہدایت ہے۔لہٰذا بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ دور میں اگر مسلمانوں کو انتشار اور افتراق کے ماحول سے نکل کر وحدت اور رواداری کی وادی میں قدم رکھنا ہے تو سیرت رسول ﷺ کو اپنانے کی ضرورت ہے۔آپ ﷺ کی سیرت قرآن کریم کی طرح جاوداں ہے۔زمانے کے گزرنے کے ساتھ آپ ﷺ کی سیرت کے زریں گوشے تر و تازہ اور نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔آج ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ مسلمان ان موتیوں کو حکیمانہ اور مدبرانہ سوچ کے ساتھ چن لیں تاکہ انہیں عظمتِ رفتہ کی بازگشت کی نوید مل سکے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔البلازری، احمد ابن یحییٰ، انساب الاشراف، تحقیق محمد حمید اللہ، دار المعارف مصر، ۱۹۵۹، ج ۱، ص ۲۷۰

۲۔محمد بن حبیب بن امیۃ بن عمرو الھاشمی، المحبر ، دار الافاق الجدیدۃ، بیروت، ۲۰۱۰ء، ص ۷۰

۳۔ابن ہشام، لابی محمد عبدالمالک بن ہشام، سیرۃ النبی، ج ۲، حدیث: ۱۴۷۲، دار الصحابہ للتراث، بطنطا، ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹۹۵ء، ص ۱۲۳

۴۔ایضاً، ص ۱۵۳

۵۔شہیدی، سید جعفر، تاریخ تحلیلی اسلام، مرکز نشر دانشگاہی، تہران، ۱۳۶۲، ص ۶۷

۶۔ابن ہشام، لابی محمد عبدالمالک بن ہشام، سیرۃ النبی، ج ۲، حدیث: ۱۴۷۲، دار الصحابہ للتراث، بطنطا، ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹۹۵ء، ص ۴۵۰

۷۔محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، سیاسی وثیقہ جات، مجلس ترقی ادب کلب، لاہور ۲۰۰۵، ص: ۳۵

۸۔ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی، البدایہ والنہایہ، ج ۲، مکتبۃ المعارف ، بیروت ۱۹۷۸، ش، ص ۳۱۲

۹۔العمری، الدکتور اکرم ضیاء، المجتمع المدنی فی عھد النبوۃ، المجلس العلمی احیاء التراث الاسلامی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورہ، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۳ھ، بمطابق ۱۹۸۳ء، ص: ۱۱۹ تا ۱۲۲

۱۰۔سورہ حجرات، آیت: ۱۳

۱۱۔الہندی، علاء الدین علی متقی بن حسام الدین، کنز العمال فی السنن الاقوال والافعال، ج ۱، حدیث: ۴۰۲، دار الاشاعت، کراچی ۲۰۰۹ء، ص ۱۴۹

۱۲۔الکلینی، محمد بن یعقوب، اصول الکافی، ج ۲، حدیث: ۱۵، الطبعۃ الاولیٰ، دار المرتضیٰ، بیروت، ۱۴۲۶ھ، بمطابق ۲۰۰۵ء، ص ۱۷۴

۱۳۔الترمذی، حافظ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، کتاب الفتن، عن رسول اللہ، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، ج ۴، حدیث: ۲۱۶۷، (مترجم: مولانا بدیع الزمان) نعمانی کتب خانہ، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۴۶۶

۱۴۔کنز العمال، ج ۱، حدیث ۱۰۳۱، محولہ بالا، ص ۲۰۶

۱۵۔سورہ مائدہ، آیت: ۹۷

۱۶۔سورہ حجر، آیت: ۶

۱۷۔ابو محمد الحسن بن علی بن الحسین الحرانی، تحف العقول عن الرسول، موسئسہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت لبنان، ۱۴۱۷ھ بمطابق ۱۹۹۶ء، ص ۵۶

۱۸۔ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی، سنن ابی داؤد، ج ۲، محولہ بالا، ص ۶۴۲

۱۹۔ایضاً، ص: ۶۲۵

۲۰۔سورہ منافقون، آیت: ۸

۲۱۔محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، ج ۱۹، عشر موسسۃ الوفاء بیروت، الطبعۃ الثانیۃ المصححۃ، ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۹۸۳، ص ۱۰۸

۲۲۔ابن ہشام، سیرۃ النبی، محولہ بالا، ص ۱۹۸

۲۳۔ایضاً، ج ۲، ص ۶۵

۲۴۔الصدوق، ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی، معانی الأخبار، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۹۹ھ بمطابق ۱۹۹۷ء، ص: ۵۱